جُدا ہونے والوں کا تذکرہ

(ادارہ)

ابھی جانِ زارِ اسلام کے ایک جہاد کیش خادم خواجہ عبدالوحید اور جوان سال وحیداللہ لکھی کے اندوہ ہی سے عہدہ برآ نہ ہو پائی تھی کہ اس ماہ میں دو گراں قدر قریبی رفیق ہمیشہ کے لیے جُدا ہو گئے۔ پہلے تو قدرت کا بلاوا حکیم اقبال حسین صاحب کے نام آیا۔ وہ چلتے پھرتے، کام کاج کرتے، ہنستے بولتے یکایک مادی زندگی کی سرحد کو پار کر گئے۔ قریبی دوستوں نے محسوس کیا کہ ابھی تھے، ابھی نہیں۔

ہمارے دیرینہ اور مجھ سے بزرگ تر رفیق تھے۔ خدا نے انہیں ہر قسم کی قابلیتیں دی تھیں۔ لکھنے، تقریر کرنے، گفتگو کرنے اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لحاظ سے وہ ایک مقام رکھتے تھے۔ بعد کے دور میں اختصاص کا مستحق انہوں نے طب کو قرار دیا۔ بنیادی حیثیت یونانی طب کو دیتے ہوئے دوسرے ہر طریق علاج سے انہوں نے بے تعصبی کے ساتھ استفادہ کیا۔ انگریزی لٹریچر پڑھا۔ معالجۂ امراض کے لیے جدید ورزشوں کا مطالعہ کیا۔ یوگا کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پانی اور دوسرے قدرتی ذرائع سے امراض کا مقابلہ کرنے کے علاوہ چین کے سوئیوں کے طریق علاج کو بھی جانا، سمجھا اور برتا۔

حکیم اقبال حسین صاحب نے یہ اچھی مثال قائم کی کہ معالج کو علمی لحاظ سے کتنا لمبا سفر طے کرنا چاہیے اور نقطۂ نظر کے لحاظ سے کتنا فراخ دل ہونا چاہیے۔

برادرم اقبال حسین، میری دانست کے مطابق شاید کسی کے لیے کبھی باعثِ تکلیف و اذیت نہیں بنے۔ ہر ایک سے یکساں ربط رہا۔ جیل میں بھی اُن کے ساتھ دن گذارنے کا موقع ملا اور انہیں

قریب سے دیکھا۔

حکیم صاحب کی طبیعت میں مزاح تھا اور خاص خاص لطائف بڑے انداز سے مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ جیل کے زمانے میں انہوں نے کالج کے ڈریس شو میں ایک سادھو مہنت کا پیرایہ اختیار کیا۔ کئی روز پہلے سے ایک خاص ادا رکھنے والے سادھو مہنت سے وہ بول سیکھے جو وہ چلتے پھرتے بولتا تھا۔ اُس کا سا لباس بنوایا۔ اُس کی شاگردی کی اور کچھ مشقیں کیں۔ پھر جب وہ سادھو مہنت کے بھیس میں اس کا سا جاپ کرتے ہوئے کالج کے اندر سے جانے والے ایک راستے سے گزرے (جہاں سے وہ سادھو مہنت گزرا کرتا تھا) تو وہ پرنسپل کے سامنے سے اور طلبہ کے ہجوم میں سے ہو کر نکلے تو کوئی انہیں پہچان نہ سکا۔ بعد میں وہ پھر پرنسپل کے سامنے پہنچے اور سلام کیا۔ تب اُس نے کہا کہ "ہیں! اقبال! یہ تم ہو"۔ ظاہر ہے کہ مقابلے کا انعام وہ جیت لے گئے۔ اس معمولی واقعہ سے مرحوم کے کردار کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ ایک تفریحی مقابلے کے لیے کس محنت سے تیاری کی۔

یہی محنت و کاوش آگے چل کر انہوں نے تحریکِ اسلامی کے فروغ میں صرف کی، اور اسی مدعا کے لیے یکسو رہ کر پوری عمر گزار دی۔

ع "اے خوشا عمرے کہ رفت اندر نیاز"

اب وہ شخص اس دُنیا میں نہیں رہا ہے۔ محض اُس کی یادیں ہمارے پاس رہ گئیں۔ اور اس کے اعمال ایسے تھے کہ انشاءاللہ خدا کی نگاہِ کرم ہو تو اُس کی پوری زندگی کی سفارش اُسے بخشوانے کے لیے کافی ہوگی۔ پھر بھی ہزاروں انسانوں کے ساتھ راقم بھی اس کے لیے دل سے دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تحریکِ اسلامی کے اُس سنجیدہ و شائستہ، اور نیک دل اور صاف باطن خادم کی کمزوریوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اُس کے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما کر اُس کی رُوح کو انوار و رحمت سے بہرہ مند کرے۔

اُن کے اہل و عیال پر بھی خدا فضلِ خاص فرمائے اور اُن میں سے دین کی خدمت کرنے والے افراد کو اُٹھائے جو حکیم صاحب کے سچے جانشین ہوں۔

حکیم صاحب کے بعد، ہماری صفوں میں سے مولانا ولی اللہ (جو لاہور کی جماعت سے وابستہ تھے) اُٹھ گئے۔ سوچتا ہوں کہ کیا ہی نیک نہاد شخصیت تھی۔ اکثر خاموش رہتے۔ بات کرتے تو کسی کے لیے وجہ دل آزاری نہ بنتے، ہمیشہ دین اور رفیقوں کی خیر خواہی اُن کے قول و فعل میں جھلکتی۔

بارہا لاہور کے اجتماعات میں مولانا ولی اللہ کا درس ہوتا۔ قرآن یا حدیث کا درس۔ صدہا دوستوں نے اُن سے استفادہ کیا ہوگا۔ ایک اسکول میں معلّم تھے۔ وہاں بھی قوم کے نونہالوں کو ایمان اور علم کے نور سے بہرہ مند کرتے رہے۔

نہایت سادہ زندگی، چھوٹا سا مکان، تھوڑی سی آمدنی۔ مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پہ نہ آیا۔ بیشتر اُن کو مسکراتے دیکھا۔ گھر کے ساتھ ہی مسجد تھی۔ گھر سے اُٹھتے تو مسجد میں۔ کئی بار اجتماعات اسی مسجد میں ہوتے رہے۔

مجھے نہیں یاد کہ انہوں نے کبھی اجتماعی معاملات اور فیصلوں میں کوئی بڑا اختلاف کیا ہو، یا لوگوں سے بحثیں کی ہوں، کسی کو بُرا اور کسی کو بھلا کہا ہو۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ خدا کے اس سچے پرستار نے ایک بار خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لیا کہ ایک دعوتِ حق ہے، ایک جماعت صحیح اُصولوں پہ کھڑی ہے، اس کے سامنے قرآن کا مقرر کردہ نصب العین ہے تو پھر نہ انہوں نے کبھی نظم میں فرق آنے دیا، نہ تدابیر و مصالح کے دائروں میں ہونے والے اختلافات کو انہوں نے کبھی اہمیت دی۔ اِس مسافرِ راہِ حق نے جس سمت میں پہلا قدم اُٹھایا تھا، اپنی مکمل رفتار کے ساتھ آخری قدم بھی اُسی سمت میں رکھا۔

راقم سے بہت محبت فرماتے اور ہماری معمولی باتوں کی بھی قدر کرتے اور کلام کی غلطیوں سے بھی درگذر کرتے۔

اے ربِّ کائنات! اپنے اس بندۂ مخلص پہ خصوصی رحمتیں فرما۔ ان کے پسماندگان کو صبر بھی دے، اور مولانائے مرحوم کی خدمات کے اثر سے خصوصی برکات بھی نصیب کرے۔

اسی سلسلہ میں لاہور کے مشہور پبلشر شیخ محمد اشرف (کشمیری بازار) کی جدائی پر بھی اظہار غم کرتا ہوں۔ موصوف دین کے پابند اور خادم تھے۔ خاص کارنامہ یہ ہے کہ کئی برس سے انگریزی زبان میں اسلام کے تعارف کے لیے تبلیغی اور معلوماتی لٹریچر شائع کر رہے تھے۔ ان کی مطبوعہ کتب مغربی ممالک میں بکثرت جاتی ہیں۔ بعض مسلم ممالک میں بھی ان کی مانگ ہے۔ مسلمان ان سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اور غیر مسلموں میں یہ تبلیغِ اسلام کا ذریعہ بنتی ہیں۔

مرحوم سے کئی بار ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مگر وہ ایک مختصر سی ملاقات نہ بھولے گی جب کہ صبح صبح صحنِ حرم میں بیٹھ کر میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ اور شیخ صاحب ایک محفل درس و وعظ سے کچھ دوسرے احباب کے ساتھ اُٹھے، مجھے دیکھا تو اِدھر چلے آئے۔ چند لمحے اکٹھے رہے۔ پھر وہ اپنے پروگرام کے مطابق چلے گئے اور میں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کی بنا پر اُن کی مغفرت فرمائے گا۔ ان کے جملہ لواحقین کے لیے جذبۂ ہمدردی میرے دل میں ہے اور میں سب کے لیے صبر اور اجر کی دُعا کرتا ہوں، اور یہ آرزو بھی کرتا ہوں کہ شیخ صاحب کی ناشرانہ دینی خدمات کا سلسلہ ان کے بعد بھی اسی طرح جاری رہ سکے۔

دوستو! ان جانے والوں کو دیکھ کر سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم سب جانے والے ہیں۔ بس دُنیا کی وارفتگیوں اور دولت کے گردابوں اور اسرافیات اور آسائشوں کے چکروں سے اپنے آپ کو نکالو، اور جو لمحے باقی ہیں ان میں خدا کے دین کی اطاعت کر کے اور اُس کی دعوت کو اُس کے زیادہ سے زیادہ بندوں تک پہنچا کر اور اس کے غلبے کے لیے جہاد کے انداز سے تگ و تاز کر کے اپنی مغفرت کا سامان کر لو۔

خدا مجھے اور آپ سب کو باطل کی یورش کے اس دَور میں اپنے ایمان اور اخلاق کا معیار بلند کرنے کی توفیق دے۔